ڈاکٹر محمد رفعت

دین کے مطالبات کی جامع تفہیم

(دستور جماعت اسلامی کے حوالے سے)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر جو احسانات کیے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلسل مخلص مجدد دین، امتِ مسلمہ کی اصلاح کے لیے اُٹھتے رہے ہیں۔ کارِاصلاح و تجدید انجام دینے والے ان اولوالعزم اصحاب نے مسلمانوں کے دینی شعور کو دوبارہ زندہ کیا ہے، اُمتِ مسلمہ کے عوام وخواص میں پیدا ہو جانے والی بُرائیوں پر گرفت کی ہے، ایمان کے تقاضوں کو واضح کیا ہے اور جاہلی افکار و نظریات کا ابطال کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سلسلہ نبوت مکمل ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے دو انتظامات کیے گئے ہیں تاکہ دنیا میں خیر باقی رہے اور شر و فساد کی بیخ کنی ہوتی رہے۔ اللہ کی اس اسکیم کا ایک جز اُمت مسلمہ کی موجود گی ہے۔ یہ اُمت اس لیے برپا کی گئی ہے کہ پوری انسانیت کو فساد سے بچائے۔ اُسے راہِ راست دکھائے اور اپنی کوشش کے ذریعے زمین میں معروف کو فروغ دے اور منکر کو مٹادے ۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۝ ۰ ۭ
(110 سورہ آل عمران آیت) مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ 110 لَّھُمْ ۝ ۰ ۭ

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو، جسے اِنسانوں کی ہدایت واِصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے'' ہو، بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اہلِ کتاب ایمان لاتے تو انہیں کے حق میں بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایمان ''دار بھی پائے جاتے ہیں مگر ان کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اِصلاحی اسکیم کا دوسرا جُز، خود اُمتِ مسلمہ کو راہِ راست پر قائم رکھنے سے متعلق ہے۔ جس طرح انسانیت کی فلاح کے لیے ایک ایسے گروہ (یعنی اُمتِ مسلمہ) کی موجودگی درکار ہے انسانیت عامہ کی نگرانی کرے اور بروقت کوشش کر کے بُرائیوں کو مٹائے اور بھلائیوں کو قائم کرے، اسی طرح ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو خود اُمتِ مسلمہ کی کیفیت پر نگاہ رکھے۔ اگر اُمتِ مسلمہ میں خرابیاں پیدا ہو رہی ہوں تو فوراً اُن کا نوٹس لے اور بُرائیوں کو مٹائے۔ اگر معروف مِٹ رہا ہو تو معروف کی تلقین کرے اور اُمتِ کی اجتماعی زندگی میں معروف کو از سر نو رواج دے۔ گویا اُمت، انسانیت کی اصلاح و رہنمائی پر مامور ہے اور مجددین اور ان کے ساتھی، اِس اُمت کی اِصلاح پر مامور ہیں۔

سورہ آل) وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۱۰۴ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ
(۱۰۴ عمران: آیت نمبر

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بُلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور بُرائیوں سے روکتے ''
'' ۔ رہیں جو لوگ یہ کام کریں گے، وہی فلاح پائیں گے

بیسویں صدی کی اصلاحی تحریکیں

بیسویں صدی عیسوی میں اِصلاح و تجدید کی دو اہم کوششیں، عالمِ اسلام کے حال کی درستی کے لیے شروع ہوئیں۔ اِن میں ایک کوشش برصغیر میں برپا ہونے والی ''جماعت اسلامی'' نام کی تحریک تھی۔ جس نے ایک باقاعدہ تنظیم کی شکل میں اپنے کام کا آغاز 1941 میں کیا۔ دوسری نمایاں تحریک اخوان المسلمون تھی جس کا آغاز جماعت اسلامی کے قیام سے تقریباً دس سال قبل عالمِ

عرب میں ہوا۔ ان تحریکوں نے دنیا کے اور اُمت کے حالات کا تجزیہ کیا، باطل افکار و نظریات کا رد کیا اور اُن کا غلط ہونا ثابت کیا اور مسلمانوں کو اپنا بے لاگ احتساب کرنے اور قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے کی جانب متوجہ کیا۔ اِن تحریکوں نے اُمتِ مسلمہ کو اُس کا منصب یاد دِلایا، منصب کے تقاضے واضح کیے اور عصرِ حاضر میں دینی تعلیمات پر عمل کے لیے راہ ہموار کی۔ ان تحریکوں کا امتیاز اُن کا مؤثر لٹریچر ہے جو اس وقت اردو، عربی اور انگریزی زبانوں کے علاوہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں دستیاب ہے۔ اس لٹریچر نے اُمت کے عوام وخواص کو متاثر کیا، دعوتی جذبے کی آبیاری کی، اسلام کی اقامت کے خوابیدہ جذبے کو جگایا اور مسلمانوں کی نئی نسل میں خوداعتمادی پیدا کی۔ ان تحریکوں کا دوسرا بڑا سرمایہ وہ مخلص کارکن ہیں جن کی اسلامی تربیت پر ان تحریکوں نے توجہ دی۔ خواتین اور مردوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد نے پیغامِ عمل کو قبول کیا اور سرگرم عمل ہو کر اپنی اور دنیا کی ہمہ گیر اصلاح کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔

دین کے مطالبات کا شعور

دورِ زوال میں بھی دین سے لگاؤ اور اُس سے گہری محبت، مسلمانوں کا نمایاں وصف رہی ہے۔ اِس محبت کی علامتوں کا مشاہدہ، پورے عالمِ اسلام میں ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اس محبت کے باوجود جن اوصاف کی کمی نے اُمت کو کمزور کر رکھا ہے، وہ شعور، سنجیدگی، پختہ عزم اور صبر واستقامت ہیں۔ اُمت کی صورتحال کے اس حقیقت پسندانہ تجزیے کے پیشِ نظر، بیسویں صدی میں اُٹھنے والی تجدیدی کوششوں نے ایک طرف تو یہ کوشش کی کہ دین سے وابستگی اور محبت کی کیفیات، اس اُمت کے اندر باقی رہیں اور ان میں مزید ترقی ہو۔ دوسری جانب ان اصلاحی تحریکوں نے دین کے مطالبات کو صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا تاکہ مسلمانوں کا شعور زندہ ہو اور جن افراد کے اندر ایمانی حِس موجود ہو وہ اپنے عمل کی اِصلاح بھی کر سکیں۔

دین کے مطالبات کی توضیح و تشریح ایک ایسا کام ہے جو اُمت کی تاریخ میں ہمیشہ انجام پاتا رہا ہے۔ چنانچہ ہر دور میں مسلمان اہلِ علم نے دین کے مطالبات کو بیان کیا ہے۔ عام فہم اسلوب میں بھی کتابیں لکھی گئی ہیں اور علمی سطح پر بھی دین کے تقاضے واضح کیے گئے ہیں۔ اِس تاریخی اثاثے سے دورِ حاضر کی اصلاحی تحریکوں نے فائدہ اُٹھایا ہے لیکن اس میں اضافے کی ضرورت بھی

انہوں نے محسوس کی ہے۔ دین کے مطالبات پیش کرتے وقت اِن تحریکوں نے دو امور کو پیش نظر رکھا ہے، ایک دینی ترجیحات کا لحاظ اور دوسرے جامعیت ۔

دینی ترجیحات کے لحاظ'' کے معنٰی یہ ہیں کہ سب سے زیادہ اہمیت ایمان کی تازگی کو دی جائے۔ جن حقائق پر ایمان لانا'' ہے اُن کی تشریح مسلمانوں کے ذہن نشین کی جائے اور ایمان کے تقاضے بتائے جائیں۔ اس کے بعد دینی فرائض، مسلمانوں کو یاد دلائے جائیں اور اُن کی ادائیگی کی جانب متوجہ کیا جائے۔ حرام اور ناجائز کاموں کی نشاندہی ہو اور اُن سے بچنے کی مؤثر تلقین کی جائے۔ یہ مراحل طے ہو جانے کے بعد اہلِ ایمان کو بتایا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نوافل کا بھی اہتمام کریں۔ فرائض کے اہتمام اور معصیّت سے اجتناب کی تلقین سے پہلے نوافل پر توجہ، ایک ایسی بے اعتدالی ہے جو امت کی اجتماعی زندگی کو غیر متوازن بنا دیتی ہے۔ اصلاحی تحریکوں نے دینی تعلیمات پر عمل کی دعوت کے ساتھ، ان تعلیمات میں جو ترتیب پائی جاتی ہے، اُس کو ملحوظ رکھنے کی تذکیر کی ہے۔ مسلمانوں میں صحیح دینی ذوق و مزاج کے فروغ کے لیے دینی تعلیمات پر شعور کے ساتھ عمل درکار ہے۔

دوسرا پہلو جس کو دین کے مطالبات کی وضاحت کرتے ہوئے، اسلامی تحریکوں نے سامنے رکھا ہے وہ 'جامعیت'' ہے۔ اِنسانی زندگی کے بہت سے گوشے اور شعبے ہیں اور ہر ایک کے بارے میں دین نے ہدایات دی ہیں، اِن سب تعلیمات پر توجہ ضروری ہے۔ دینی ہدایات میں سے بعض پر عمل کرنا اور بعض کو نظر انداز کرنا، ایسی کمزوری ہے جو بڑی آسانی سے اہلِ ایمان گروہوں کے اندر سرایت کر جاتی ہے۔ نتیجۃً وہ دین کی حقیقی برکات و فوائد سے محروم رہتے ہیں۔ اگر دینی ہدایات کے مابین اس تفریق کی روش کو جان بوجھ کر اختیار کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو خبر دار کیا ہے کہ وہ دینی تعلیمات کے سلسلے میں اس غیر سنجیدگی سے باز آئیں۔

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ○ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ○
فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ○ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ○
سورہ بقرہ) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ ۸۵ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ○ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ○
(۸۵ ۔آیت

”آج تمہارا (یعنی اہلِ کتاب کا) یہ حال ہے کہ تم اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو، اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو، ظلم و زیادتی کے ساتھ اُن کے خلاف جتھ بندیاں کرتے ہو اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں، تو اُن کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو، حالانکہ انہیں اُن کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں جو لوگ ایسا کریں، اُن کی سزا اِس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں؟ اللہ اُن حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔“

دستور جماعت اسلامی کی تصریحات

1941 میں جماعت اسلامی نے ایک تنظیم کی شکل میں کام شروع کیا۔ اِس تنظیم کو منضبط رکھنے کے لیے ایک تحریری دستور بھی ترتیب دیا گیا۔ چھ سال بعد 1947 میں جب ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ملک کی تقسیم عمل میں آئی تو ایک جماعت کی صورت میں دونوں الگ الگ ممالک کے اندر کام کرنا ممکن نہ رہا چنانچہ جماعت اسلامی ہند اور جماعت اسلامی پاکستان کے جُدا ناموں سے دو مستقل اور ایک دوسرے سے آزاد تنظیمیں وجود میں آئیں۔ اِن تنظیموں نے اپنے دساتیر بھی مرتب کیے۔ جماعت اسلامی ہند کا موجودہ دستور 1956 کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے بعد اس دستور میں جزوی ترمیمات تو ہوئی ہیں لیکن اس کو از سرِ نو ترتیب نہیں دیا گیا ہے۔

جماعت اسلامی ہند کے دستور کو محض تنظیمی ضوابط کا مجموعہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مختصر دستاویز (جو دستور جماعت اسلامی ہند کی صورت میں موجود ہے) اِصلاح و تجدید کے اُس کام کا نقشہ پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے، جس کی آج کے دور میں اُمتِ مسلمہ کو ضرورت ہے۔ دین کے مطالبات کو جامعیت کے ساتھ اس دستور میں بیان کیا گیا ہے تاکہ جو مخلص افراد، دین کے احیاء کے خواہش مند ہیں وہ بیک نظر دیکھ سکیں کہ موجود تناظر میں فکر و عمل کے کن گوشوں پر مصلحین کی توجہ درکار ہے۔ جماعت اسلامی اپنے کام کی ابتدا سے ہی اس امر کی وضاحت کرتی رہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے جماعت کا پیغام وہی ہے جو اِسلام

کا پیغام ہے۔ مثال کے طور پر اپریل 1947 میں ٹونک میں منعقد جماعت کے اجتماعِ عام میں قیم جماعت نے جو رپورٹ پیش کی اُس میں جماعت کی رکنیت کی شرائط کے سلسلے میں درجِ ذیل وضاحت کی ۔

"ہم نے (جماعت اسلامی کی رکنیت کے لیے) جو شرائط اور جو معیار مقرر کیے ہیں وہ---- کتاب وسنت کی رو سے آسان سے آسان اور کم سے کم ہیں۔ ان سے بھی اگر کوئی شخص گر جائے تو اُسے چاہیے کہ قرآن اور حدیث کی رو سے اپنا مقام خود تحقیق کرلے۔" (روداد جماعت اسلامی حصہ پنجم)

پھر قیم جماعت نے مزید تشریح کرتے ہوئے کہا :

"ہم اپنے ارکان اور رکنیت کے امیدواروں سے جس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور جو کام اُن کے سپرد کرتے ہیں وہ مطالبہ اور وہ کام وہی ہیں جو اسلام نے ہر مسلمان کے سامنے رکھے ہیں۔ ہم نہ تو اسلام کے اصل مطالبے پر ذرہ برابر کسی چیز کا اضافہ کرتے ہیں اور نہ اس میں سے کوئی چیز کم کرتے ہیں۔

ہم ہر شخص کے سامنے پورے اسلام کو بلا کم و کاست پیش کردیتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اس دین کو جان بوجھ کر پورے شعور کے ساتھ قبول کرو۔ اس کے تقاضوں کو سمجھ کر ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔ اپنے خیالات اور اعمال میں سے ہر اُس چیز کو خارج کردو جو دین کے احکام اور اُس کی روح کے خلاف ہو اور اپنی پوری زندگی سے اسلام کی شہادت دو۔" (ایضاً)

چنانچہ دستور جماعت محض ارکانِ جماعت کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے سامنے دین کے مطالبات کو پیش کرتا ہے اِن مطالبات کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے ۔

کلمہ طیبہ کی تشریح

مسلمانوں کے حال کی درستگی اور تجدید واحیائے دین کا پہلا قدم ایمان کی بیداری ہے۔اس ترتیب کے مطابق جماعت اسلامی ہند کے دستور میں سب سے پہلے کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے بیان کیے گئے ہیں۔کلمے کے پہلے جُزلا الہ الا اللہ کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

اس عقیدے کے پہلے جُز یعنی اللہ تعالیٰ کے واحداِلٰہ ہونے اور کسی دوسرے کے اِلٰہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہی '' اللہ ہم سب اِنسانوں کا معبودِ برحق اور حاکم تشریعی ہے، جو ہمارا اور اس پوری کائنات کا خالق، پروردگار، مدبر، مالک اور حاکمِ تکوینی ہے۔ پرستش کا مستحق اور حقیقی مطاع صرف وہی ہے اور ان میں سے کسی حیثیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔'' (دستور جماعت (۳ اسلامی ہند۔دفعہ

ظاہر ہے کہ توحید کی جامع تشریح میں دونوں پہلوؤں کی صراحت ضروری ہے ایک یہ کہ تنہا اللہ ہی پرستش کا مستحق ہے اور دوسرا پہلو یہ کہ صرف وہی حقیقی مطاع ہے۔ باقی جس کی اطاعت بھی کی جائے گی وہ اللہ کی اطاعت کے تحت ہوگی۔اس نکتے کی : مزید وضاحت کرتے ہوئے دستور جماعت میں کہا گیا ہے کہ

انسان.....اللہ تعالیٰ کے سوا، کسی کو مالک الملک اور مقتدرِ اعلیٰ نہ سمجھے، کسی کو بہ اختیارِ خود، حکم دینے اور منع کرنے کا'' مجاز تسلیم نہ کرے، کسی کو مستقل بالذات شارع اور قانون ساز نہ مانے اور ان تمام اطاعتوں کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کردے، (جو ایک اللہ کی اطاعت اور اس کے قانون کے تحت نہ ہوں۔'' (ایضاً

:کلمہ طیبہ کا دوسرا جُز محمد رسول اللہ ہے۔دستورِ جماعت میں اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے

"اس عقیدے کے دوسرے جُز ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معبودِ برحق اور سلطانِ کائنات کی طرف سے روئے زمین پر بسنے والے تمام اِنسانوں کو، جس آخری نبی کے ذریعے قیامت تک کے لئے مستند ہدایت نامہ اور مکمل ضابطہ حیات بھیجا گیا اور جسے اس ہدایت اور ضابطے کے مطابق عمل کر کے ایک مکمل نمونہ قائم کرنے پر مامور کیا گیا، وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (ایضاً)

کلمہ طیبہ کے دوسرے جُز کے وہ تقاضے بھی دستورِ جماعت بیان کرتا ہے جو عموماً لوگوں کی نظر سے اوجھل رہتے ہیں مثلاً:

"اِنسان...... تمام جاہلی عصبیتیں اپنے دِل سے نکال دے خواہ وہ شخصی و خاندانی ہوں یا قبائلی، نسلی اور وطنی یا فرقی و جماعتی۔ کسی کی محبت و عقیدت میں ایسا گرفتار نہ ہو کہ وہ رسولِ خدا اور آپ کے لائے ہوئے حق کی محبت و عقیدت پر غالب آجائے یا اُس کی مدِ مقابل بن جائے۔" (ایضاً)

اِس طرح یہ تقاضا بھی بیان کیا گیا ہے:

"رسولِ خدا کے سوا کسی اِنسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اسی معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجے میں ہو اس کو اسی درجے میں رکھے۔" (ایضاً)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ دستورِ جماعت نے اپنے مندرجات کی ترتیب میں کلمہ طیّبہ کی تشریح کو اولین مقام دیا ہے۔ یہ ترتیب بلاوجہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی انفرادی سیرتوں اور اجتماعی زندگی کی مطلوبہ اِصلاح اُسی وقت ممکن ہے جب اُن کا ایمانی شعور زندہ ہو، ایمان کے تقاضے اُن پر واضح ہوں اور ان کی فکر و نظر کے تمام گوشے ایمان کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ صحیح، موثر اور مفید عمل کے لیے محض حُسنِ نیت کافی نہیں بلکہ دینی بصیرت بھی درکار ہے۔ اِس بصیرت کی اساس زندہ اور شعوری ایمان ہے

جس کے تقاضے اپنی پوری جامعیت کے ساتھ افراد کے قلب وذہن میں اتر جانے چاہئیں تاکہ اُمت کے اجتماعی ضمیر کی تشکیل درست خطوط پر ہو سکے۔ایمان کے تقاضوں کا شعور ناقص ہو گا تو عملی زندگی بھی دین کی ناقص تصویر پیش کرے گی۔ایمان میں تازگی، تابندگی اور زندگی نہ ہو گی تو اعمال بھی رسمی ہو کر رہ جائیں گے۔ مصلحین اُمت کو ایمان کی اہمیت کو مستحضر رکھنا چاہیے۔

اقامتِ دین

کلمہ طیبہ کے مفہوم اور تقاضوں کی تشریح پیش کرنے کے بعد، جماعت اسلامی ہند کے دستور میں دین کے اساسی عملی تقاضے کو پیش کیا گیا ہے۔یہ عملی تقاضا ''دین کی پیروی ہے۔'' اس تقاضے کو بیان کرنے کے لئے جامع اصطلاح ''اقامتِ دین'' ہے ۔ ۔اس اصطلاح کا مفہوم بیان کرتے ہوئے دستور کہتا ہے

''اِس دین کی اقامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی تفریق و تقسیم کے بغیر، اس پورے دین کی مخلصانہ پیروی کی جائے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر کی جائے اور انسانی زندگی کے انفرادی واجتماعی تمام گوشوں میں اسے اس طرح جاری و نافذ کیا جائے کہ فرد کا ارتقا، معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل سب کچھ اس دین کے مطابق ہو۔''(دستور جماعت اسلامی ہند دفعہ ۴)

دستورِ جماعت میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ دین کی مکمل اور مخلصانہ پیروی ہی اسوۂ رسول کا اتباع ہے۔چنانچہ دستور میں درج ہے :

''اِس دین کی اقامت کا مثالی اور بہترین عملی نمونہ وہ ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قائم فرمایا۔'' (ایضاً)

پھر دستور بتاتا ہے کہ دین کی پیروی اور اقامت کے کام کو انجام دینے کے لیے جو لوگ اُٹھیں، انہیں دو کام لازماً کرنے ہوں گے، ایک خود اپنی انفرادی حیثیت میں دین پر عمل اور دوسرے بندگانِ خدا کو دین کی طرف دعوت۔ اِن کاموں کو جماعت اسلامی ہند کے ارکان کی ذمہ داریاں قرار دیا گیا ہے۔ دستور جماعت کی دفعہ ۸ اِن ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتی ہے۔ چنانچہ اس دفعہ کی آخری شق میں بندگانِ خدا کو حق کی طرف بلانے کا ذکر ہے۔ یہ شق درجِ ذیل ہے:

"ہر رُکنِ جماعت کے لئے لازم ہو گا کہ وہ ـــــ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق بندگانِ خدا کو اس عقیدے اور نصب العین کی طرف دعوت دے جس کی وضاحت، دستورِ جماعت کی دفعہ ۳ و ۴ میں کی گئی ہے (یعنی کلمہ طیبہ اور اقامتِ دین کی طرف دعوت دے) ـــــ اور جو لوگ اس عقیدہ و نصب العین کو قبول کر لیں، انہیں اقامتِ دین کے لیے اجتماعی جدوجہد پر آمادہ کرے۔" (دستورِ جماعت اسلامی ہند دفعہ ۸)

دین کی طرف دعوت کا یہ کام لازماً افراد سے آگے بڑھ کر سماج اور اُس کے اداروں کو متاثر کرتا ہے چنانچہ داعی کا خطاب محض افراد تک محدود نہیں رہتا بلکہ داعی، معاشرے کو بھی مخاطب بناتا ہے۔ اسی طرح اپنی دعوت کے مزاج کے عین مطابق وہ معاشرے کے اداروں کی اصلاح کی سعی بھی کرتا ہے۔ اِن امور کے سلسلے میں دین نے بعض اصولی ہدایات دی ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔ دستور جماعت اسلامی ہند نے اِن ہدایات کو "طریق کار" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے کارِ تجدید کی اساس کو بیان کیا گیا ہے یعنی "قرآن وسنت کی طرف رجوع۔" دستورِ جماعت کی عبارت درج ذیل ہے:

"قرآن وسنت، جماعت کی اساسِ کار ہوں گی۔ دوسری ساری چیزیں ثانوی حیثیت سے صرف اسی حد تک پیش نظر رکھی جائیں گی، جس حد تک قرآن وسنت کی رو سے اُن کی گنجائش ہو۔" (دستور جماعت اسلامی ہند۔ دفعہ ۵)

اس عبارت میں اُن تمام لوگوں کے لیے اصولی رہنمائی موجود ہے جو اُمت کی اصلاح کے لیے اُٹھیں۔ انہیں لازماً اپنی ساری سرگرمیوں، منصوبوں اور پروگراموں میں قرآن وسنت کو اساس بنانا چاہیے۔ اس کے بعد دستورِ جماعت میں اُن لوگوں کی غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے جو اسلامی تحریکات کے خلاف باطل طاقتوں کے شر انگیز پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فرد،

سماج اور ریاست کی اِصلاح کے لیے اسلام نے کسی ایسے طریقے کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی ہے جس سے زمین میں فساد پھیلے۔

دستور جماعت اسلامی ہند میں کہا گیا ہے:

"جماعت اپنے تمام کاموں میں اخلاقی حدود کی پابند ہو گی اور کبھی ایسے ذرائع اور طریقے استعمال نہ کرے گی، جو صداقت و دیانت کے خلاف ہوں یا جن سے فرقہ وارانہ منافرت، طبقاتی کش مکش اور فساد فی الارض رونما ہو۔" (ایضاً)

پوری دنیا اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ اجتماعی خرابیوں کی اِصلاح کے لیے ——— تلقین، فہمائش اور نصیحت کے بعد، آخری چارہ کار کے طور پر ——— طاقت کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ اسلام بھی اس کی اجازت دیتا ہے لیکن یہ ضروری شرط لگاتا ہے کہ طاقت کا استعمال وہی فرد یا ادارہ کر سکتا ہے جو قانوناً اس کا مجاز ہو۔ اور اُسی حد تک کر سکتا ہے جس حد تک قانوناً گنجائش ہو۔ اگر اس اصول کا لحاظ نہ رکھا جائے تو انتشار، بد نظمی اور فساد کا اندیشہ ہے۔ دستورِ جماعت مزید وضاحت کرتا ہے کہ اجتماعی زندگی میں تبدیلی کے لیے فکر و نظر کی تربیت اور اصلاح افکار کی کلیدی اہمیت ہے اس لیے اصل کوشش قلب و ذہن اور فکر و نظر کی اصلاح کی کرنی چاہیے۔ چنانچہ دستور میں کہا گیا ہے کہ:

"جماعت اپنے نصب العین (اقامتِ دین) کے حصول کے لیے، تعمیری اور پُر امن طریقے اختیار کرے گی یعنی وہ تبلیغ و تلقین اور اشاعتِ افکار کے ذریعے ذہنوں اور سیرتوں کی اِصلاح کرے گی اور اِس طرح ملک کی اجتماعی زندگی میں مطلوبہ صالح انقلاب لانے کے لیے رائے عامہ کی تربیت کرے گی۔" (ایضاً)

اِسلام سماج اور اُس کے اداروں کی حقیقی اصلاح چاہتا ہے تاکہ اجتماعی ادارے، فی الواقع خیر کے علمبردار اور معروف کے خادم بن جائیں۔ محض رسمی اور ظاہری تبدیلی سے اسلام کا منشا پورا نہیں ہوتا۔ حقیقی اصلاح، فکری تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں۔

انفرادی ذمہ داریاں

جیسا کہ ذکر کیا گیا، اقامتِ دین کا ایک تقاضا، بندگانِ خدا کو حق کی طرف دعوت ہے۔ ظاہر ہے کہ داعی حق کا خود اپنی ذات اور شخصیت کو دین کا تابع بنانا اقامت دین کا اولین تقاضا قرار پائے گا۔ چنانچہ دستورِ جماعت کی دفعہ ۸ میں "ذمہ داریاں" عنوان کے تحت دین کے وہ مطالبات بیان کیے گئے ہیں جن کا پورا کرنا، ہر صاحب ایمان فرد کے لیے فرداً فرداً ضروری ہے۔ دین کے مطالبات کا تذکرہ کرتے ہوئے پہلے دو بنیادی نکات کا ذِکر ہے :

"ہر رُکنِ جماعت کے لیے لازم ہو گا کہ

۱۔ دین کے جُملہ فرائض کو اُن کی شرعی پابندیوں کے ساتھ ادا کرے ۔

۲۔ کبائر سے اجتناب کرے اور اگر وقتی جذباتِ نفس سے مغلوب ہو کر کسی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو جائے تو اس سے توبہ کرے۔" (دستور جماعت اسلامی ہند دفعہ ۸)

مندرجہ بالا نکات میں اصولی طور پر دین کے تمام مطالبات بیان کر دیے گئے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے عائد کردہ فرائض کو انجام دیا جائے اور نافرمانی، معصیت اور گناہ سے بچا جائے۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں جن امور کا خصوصی اہتمام کیا ہے اُن میں افراد کی اِصلاح و تزکیہ کی کوششیں شامل ہیں۔ اس مقصد کے لیے انفرادی کوشش کی گئی اور اجتماعی ادارے بھی قائم کیے گئے۔ تزکیہ نفس کی اس سعی میں بسا اوقات ایسی جزئیات بھی شامل ہو گئیں جو قرآن و سنت سے ماخوذ نہ تھیں۔ ایسے اجنبی عناصر کی شمولیت نے تزکیہ نفس کی کوششوں پر منفی اثرات ڈالے۔ صحیح اِسلامی مزاج کی پرورش کے بجائے افراد کے اندر غیر معتدل رجحانات پیدا ہوئے۔ یہ ہماری تاریخ کی ایک توجہ طلب کوتاہی ہے ۔

تاہم جو بات قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کا علم رکھنے والے مخلصین، اس شعبے کی اصلاح کی طرف برابر متوجہ رہے اور تزکیہ نفس کی تدابیر کو شریعت کے دائرے میں لے آئے۔ ایسے محقق علماء، اِصلاح و تربیت اور تزکیہ نفس کے لیے انہی دو امور پر زور دیتے رہے ہیں جن کا تذکرہ دستورِ جماعت نے کیا ہے یعنی فرائض کی بجاآوری اور گناہوں سے اجتناب۔ اِن علماء کے نزدیک اس اہتمام کے بغیر روحانی ارتقاء کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

معیشت

دینی فرائض کے اہتمام اور معاصی سے بچنے کی یاد دہانی کے بعد دستورِ جماعت میں زندگی کے معاشی پہلو پر توجہ دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں تین ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں:۔

"اگر وہ (یعنی رُکنِ جماعت) کوئی ایسا ذریعہ معاش رکھتا ہو جو معصیت فاحشہ کی تعریف میں آتا ہے تو اسے ترک کر دے بلالحاظ اس کے کہ اس کے ترک کرنے سے کتنا نقصان ہوتا ہے اور اگر اس کے ذرائع معاش میں اس طرح کے کسی ذریعے کا کچھ حصہ شامل ہو تو اس حصے سے اپنی معیشت کو پاک کرلے۔

اگر اس کے قبضے میں ایسا مال یا جائداد ہو جو حرام طریقے سے حاصل کیا گیا ہو تو اس سے دست بردار ہو جائے۔ لیکن اگر وہ مال یا جائداد ، معلوم و متعین نہ ہو تو توبہ واستغفار کے ساتھ تلافی کی ممکن کوشش کرے۔

اگر اس کے مال یا جائداد میں کسی حق دار کا تلف کردہ کوئی حق شامل ہو تو اُسے اس کا حق پہنچادے یہ عمل اس صورت میں ضروری ہوگا، جب کہ حق دار بھی معلوم ہو اور وہ چیز بھی معلوم و متعین ہو جو حق تلفی کر کے لی گئی ہے۔ بصورت دیگر اُسے توبہ واستغفار کے ساتھ تلافی کی ممکن کوشش کرنی چاہیے۔" (ایضاً)

مندرجہ بالا ہدایات کا مرکزی نکتہ ،مالِ حرام سے پرہیز ہے۔نیکی کی راہ میں ترقی کا کوئی تصور اُس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک حرام مال سے بچنے کا اہتمام نہ کیا جائے۔اس نکتے کا اتنی تفصیل سے بیان،اُس اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو دستورِ جماعت نے زندگی کے معاشی پہلو کو دی ہے۔دورِ زوال میں مسلمان جن پہلوؤں میں غفلت کا شکار ہوئے اُن میں حلال روزی کا اہتمام بھی ہے۔اُمت کی اِصلاح کے لیے ضروری ہے کہ صراحت کے ساتھ معیشت کو زیرِ بحث لایا جائے،معاشی زندگی کے متعلق اسلام کی تعلیمات ضروری تفصیل کے ساتھ بیان کی جائیں اور کمانے اور خرچ کرنے کے جائز اور ناجائز طریقوں کی نشاندہی کی جائے۔یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو رائج الوقت معاشی نظام کے بُرے اثرات سے بچایا جائے اور اس کے لیے عملی تدابیر بتائی جائیں۔

نظامِ حکمرانی سے تعلق

دستورِ جماعت کی دفعہ ۸ کی شِق (٦) رائج الوقت نظامِ حکمرانی سے مسلمانوں کے تعلق کے سلسلے میں رہنمائی کرتی ہے۔ یہ شق درجِ ذیل ہے :

”(الف) اگروہ کسی غیر الٰہی نظامِ حکومت میں کوئی کلیدی منصب رکھتا ہو یا اُس کے نظامِ عدالت میں فصلِ مقدمات کے عہدے پر مامور ہو تو اس سے دست بردار ہو جائے۔

(ب) اگروہ کسی مجلسِ قانون ساز کا رُکن ہو تو شرعی حدود کے دائرے میں اپنا کام انجام دے اور ایسی قانون سازی کی مخالفت کرے جو غیر منصفانہ یا شریعت سے متصادم ہو۔“ (ایضاً)

مندرجہ بالا شق میں نظامِ حکمرانی کے اداروں کے مابین، اُن کی نوعیت کے اعتبار سے فرق کیا گیا ہے۔ایک قسم کے ادارے وہ ہیں جن میں قانونِ الٰہی سے ٹکراؤنا گزیر ہے مثلاًایک جج کو جو رائج الوقت قانون کے مطابق فیصلے کرنے پر مامور ہے، بسا اوقات خلافِ شریعت فیصلے بھی کرنے پڑیں گے اِس لیے جج کا منصب قبول کرنا، ایمانی تقاضوں کے خلاف ہوگا۔

ٹکراؤ کی دوسری مثال یہ ہے کہ ایسی حکومت جو ہدایتِ الٰہی سے بے نیاز ہو، غیر منصفانہ قوانین بنائے گی اور پالیسیاں وضع کرے گی جو خدائی شریعت سے متصادم ہوں گی۔اس حکومت میں کلیدی منصب پر فائزاشخاص ان قوانین اور پالیسیوں کے نفاذ پر مجبور ہوں گے۔اس لیے اس طرح کے کلیدی منصب کو قبول کرنا ایمانی تقاضوں کے منافی ہوگا۔

مندرجہ بالا اداروں کے برعکس دوسری نوعیت اُن اداروں کی ہے جہاں اصولاً شریعت کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔ مثلاً ریاستی یا مرکزی مجلسِ قانون ساز کا ممبر (جو حکمراں جماعت سے متعلق نہ ہو اور کسی غیر اسلامی سیاسی پارٹی کا ممبر نہ ہو) اپنے اظہارِ خیال میں آزاد ہوتا ہے۔وہ مجبور نہیں ہوتا کہ خلافِ شریعت قانون سازی کی تائید کرے۔اس کے برعکس اُسے یہ موقع حاصل ہوتا ہے کہ وہ شریعت سے متصادم تجاویز کی مخالفت کرسکتا ہے۔دونوں طرح کے اداروں میں اِس فرق کی بنا پر مجلسِ قانون ساز جیسے ادارے میں شمولیت کی اجازت دی گئی ہے۔واضح رہنا چاہیے کہ یہ اجازت اصولی ہے۔شرعی حدود کا لحاظ بہر حال کرنا ہوگا ۔اگر مجلسِ قانون ساز کے طریقِ انتخاب میں یا مجلس کی کارروائی کے تفصیلی طریق کار میں کوئی خلافِ شریعت جُز شامل کردیا جائے ۔ جس کی پابندی ضروری ہو تو یہ اجازت باقی نہیں رہ سکے گی

نظام حکمرانی سے مسلمان کیا تعلق رکھیں'' یہ ایک اہم سوال ہے۔دستورِ جماعت میں اس سوال کا جواب دیتے'' وقت جو تنقیح سامنے رکھی گئی ہے وہ شریعت کی خلاف ورزی کے اِمکان سے متعلق ہے۔اگر زیرِ بحث اجتماعی ادارے کی نوعیت ایسی ہے کہ اُس سے وابستگی میں شریعت سے تصادم ہوتا ہے تو وابستگی درست نہ ہوگی۔اگر شریعت سے ٹکراؤ سے بچا جاسکتا ہے تو وابستگی کا جواز ہوگا۔

دستورِ جماعت کا پیغام یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی معیشت کی طرح اجتماعی اداروں سے تعلق کے سلسلے میں بھی باشعور ہونا چاہیے۔ وہ اس کا اہتمام کرے کہ اس کی روزی حلال وطیب ہو۔ اسی طرح وہ اجتماعی اداروں سے وابستگی اختیار کرتے وقت بھی اُن پر تنقیدی نگاہ ڈالے۔ ان اداروں کی نوعیت، مقصد اور طریق کار کا جائزہ لے۔ اگر ادارے کی صورتحال ایسی ہو کہ شریعت کی خلاف ورزی کے بغیر، اُس سے وابستگی ممکن ہو تو ایک صاحبِ ایمان فرد اُس میں شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اُسے ایسے ادارے سے الگ رہنا چاہیے۔ دستورِ جماعت میں صراحت کے ساتھ صرف تین اداروں کا ذِکر ہے، نظامِ حکومت کے کلیدی مناصب، فصلِ مقدمات کا منصب اور مجلسِ قانون ساز کی رُکنیت۔ تاہم شریعت کی پابندی کے بنیادی اصول کو سامنے رکھ کر ہر اجتماعی ادارے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے (خواہ وہ حکومت کے تحت ہو یا نجی ادارہ ہو) اور پھر اُس سے تعلق کے سلسلے میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے ۔

اُمت کا قیمتی اثاثہ

دین کی تجدید واحیاء کی تحریک کا وجود میں آنا کوئی آسان کام نہیں۔ بگڑے ہوئے سماج اور فاسد نظام کی موجودگی میں آزاد ذہن کے ساتھ سوچنا اور ایمان کے تقاضوں کے ادراک پر قادر ہونا، اللہ کے فضل ہی سے ممکن ہے۔ اصلاح و تجدید کی تحریک شروع ہو جائے تب بھی یہ یقینی نہیں ہوتا کہ وہ جاری رہ سکے گی اور ترقی کی منزلیں طے کرے گی۔ تحریک کو باقی رکھنے اور فروغ دینے کے لیے انتھک جدوجہد، علمی و عملی کاوش اور قربانیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ درست خطوط پر اُٹھنے والی تجدیدی تحریکات اُمت کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ ان کو انحراف سے بچانا اُمت کی ضرورت ہے۔ دستورِ جماعت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی ہند کا دستور، اُس کی دعوتِ اصلاح اور غیر معمولی پیغام کی جامع ترجمانی کرتا ہے۔ اِس پیغام کی صداقت کے حق میں کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ جماعت اسلامی ہند کو اس دستور پر قائم رکھا جائے، ہر انحراف سے اُسے بچایا جائے اور اُمت کے عوام وخواص کو بڑے پیمانے پر دین کے مطالبات کی اس مستند اور جامع تفہیم سے واقف کرایا جائے، جو دستورِ جماعت کے اندر موجود ہے۔ باطل طاقتوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر، پست ہمتوں کی عافیت پسندی سے گھبرا کر، وقت کی مقبول راہوں پر ملت کو لے جانے والے نادان قائدین کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر اور غلامی کے خوگر ذہنوں کے اثرات کو قبول کر کے، اس قیمتی اثاثے کو ضائع نہیں کرنا چاہیے جو جماعت اسلامی ہند کے دستور کی شکل میں اُمت کے پاس موجود ہے ۔

:۔ جماعت اسلامی کی تشکیل کے وقت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جو تنبیہ کی تھی وہ یاد رکھنے کے لائق ہے

''جماعت کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو راہِ راست سے نہ ہٹنے دیا جائے۔اس میں غلط مقاصد اور غلط خیالات اور غلط طریقوں کے پھیلنے کو روکا جائے۔اس میں نفسانی دھڑے بندیاں نہ پیدا ہونے دی جائیں۔اس میں کسی کا استبداد نہ چلنے دیا جائے۔اِس میں کسی دنیوی غرض یا کسی شخصیت کو بُت نہ بننے دیا جائے اور اس کے دستور کو بگڑنے سے بچایا جائے۔'' (روداد جماعتِ اسلامی۔ حصہ اوّل)

******